کامیابی کس کامقدر؟

(ایک لمحہ فکریہ)

تحریر:۔ عتیق الرحمٰن

الحمد للہ رب العالمین والعاقبہ للمتقین والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین و بعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○ الا الذین آمنوا وعملو ○ الصلحت و تواصوا بالحق و تواصوابالصبر ○

(سورۃ العصر)

حضرات! آج کے اس مادیت پرستی کے دور میں ہر اس انسان کی (جو اپنے آپ کو سمجھدار، صاحب فہم و فراست اور دانشور خیال کرتا ہے) یہی خواہش نظر آتی ہے کہ ہفت اقلیم دنیا کی دولتیں سمٹ کر میری جھولی میں جمع ہو جائیں۔ میں دنیا کا امیر ترین آدمی بن جاؤں۔ کاریں، کوٹھیاں اور محلات میرے نام الاٹ ہو جائیں۔ گھر جاؤں تو خدمت کے لئے نوکر حاضر ہوں۔ باہر نکلوں تو آگے، پیچھے سلام پوشی کرنے والے موجود ہوں۔ بس دنیا دیکھے تو دیکھتی ہی رہ جائے۔

آج کے دانشور کا بس یہی ارادہ ہے یہی سوچ سوتے جاگتے بھی مدنظر ہے۔ یہی اس کا مطمع نظر ہے، یہی اس کی دنیا ہے یہی اس کی آخرۃ اور یہی اس کی کامیابی ہے۔

کیادنیا کی دولتوں کا حصول کامیابی کی ضمانت ہے؟

ہاں، ہاں اس میں کوئی شک نہیں تقریباً ہم سب کی صبح و شام کی سوچوں، محنتوں اور

کوششوں کا منتہی و مقصود صرف اور صرف دولت ہی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا دولت کا حصول کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے۔ کیا دولت حاصل کرنے والا خسارے' گھاٹے اور نقصان سے بچ جائے گا۔ اس سوال کا جواب اللہ رب العزت کی ذات دیتی ہے جو ساری کائنات کا خالق و مالک ہے جس کی بات میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں' اس سے بڑھ کر سچائی والا کوئی نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"و من اصدق من اللہ حدیثا" (نساء۔۸۷)

اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے بات کرنے میں۔

وہی اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

والعصر ٥ ان الانسان لفی خسر ٥ الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر ٥ (سورۃ العصر)

قسم ہے زمانے کی تحقیق (تمام) انسان خسارے میں ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور جو ایک دوسرے کو دین حق کی (پیروی کرنے کی) اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تاکید کرتے ہیں۔

ساری کائنات کے انسان خسارے میں ہیں

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر فرما رہے ہیں کہ کائنات کے تمام انسان خسارے میں ہیں گھاٹے میں ہیں اور نقصان اٹھا رہے ہیں سوائے چند لوگوں کے۔ وہ چند لوگ کون ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ دنیا کی دولت کو حاصل کیا۔ کیا وہ لوگ ہیں کہ جن کے ۲۴ گھنٹے تمام کے تمام اپنی دنیا کمانے میں گزرتے ہیں۔ کیا ان کی نشانی یہ ہے کہ دنیا میں ان کے محلات ہوتے ہیں ان کے نیچے کاریں ہوتی ہیں۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ

خالق کائنات کے نزدیک کامیاب لوگ

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں صرف وہ لوگ کامیاب و کامران اور خسارے و گھاٹے

سے محفوظ ہیں جن کے اندر چار خوبیاں موجود ہوں۔ آیئے ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ وہ چار اوصاف ہم میں موجود ہیں یا نہیں۔ کیا ہم خسارا پانے والوں میں سے ہیں یا خسارے سے بچنے والوں میں سے ہیں۔ وہ چار اوصاف یہ ہیں۔

(۱) ایمان لانا' (۲) نیک اعمال کرنا' (۳) حق کی تلقین کرنا' (۴) صبر کی تلقین کرنا۔

ایمان لانے کا مطلب

لفظ ایمان لغت میں باب افعال سے مصدر ہے جس کا معنی ہے یقین کرنا' اعتماد کرنا۔

اصطلاح شریعت میں ایمان کا معنی حدیث جبریل سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا - ان تومن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ و شرہ - (متفق علیہ)

ایمان ان چیزوں پر یقین کا نام ہے۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ پر' ۲۔ اس کے فرشتوں پر' ۳۔ اس کی کتابوں پر' ۴۔ اس کے رسولوں پر' ۵۔ آخرت کے دن پر' ۶۔ اچھی اور بری تقدیر پر۔

اللہ پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ کو تین چیزوں میں یکتا' بے مثال اور وحدہ لاشریک تسلیم کر لینے کا نام ایمان باللہ ہے۔

۱۔ "توحید الالوھیہ"

معبود و برحق صرف اللہ ہی کی ذات ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر قسم کی عبادت' سجدہ' نذر و نیاز وغیرہ اللہ ہی کے لئے ہے کسی اور کے لئے نہیں۔

۲۔ توحید الربوبیہ

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا پالنہار ہے ساری کائنات پر بادشاہت کرنے والا وہی ہے لوگوں کو مصیبتوں سے نجات دینے والا وہی ہے اور مبتلا کرنے والا بھی وہی ہے لوگوں کی

بگڑیوں کو بنانے والا بھی وہی ہے۔ لوگوں کو پار لگانے والا' لوگوں کو رزق دینے والا' ان کے رزق میں کمی و بیشی کرنے والا' اولاد دینے والا اور ہر قسم کی ضروریات پوری کرنے والا وہی ہے اس کے ان تمام کاموں میں کوئی شریک نہیں۔

۳۔ الاسماء والصفات

اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں اور صفات میں یکتا و واحد تسلیم کرنا۔ ان تینوں چیزوں میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا' ایمان باللہ کہلاتا ہے۔

ایمان بالملائکتہ

فرشتوں پر ایمان لانا کہ ان کے جو اوصاف قرآن و حدیث میں وارد ہیں ان میں کمی و بیشی نہ کرتے ہوئے ان کو برحق تسلیم کرنا ایمان بالملائکہ ہے۔

ایمان بالکتب

چاروں آسمانی کتب اور دوسرے صحائف کو اللہ کی طرف سے منزل سمجھنا اور آخری کتاب قرآن مجید کو منزل من اللہ سمجھتے ہوئے اس کے اوامر و نواہی کے مطابق زندگی بسر کرنا ایمان بالکتب کہلاتا ہے۔

ایمان بالرسل

قوموں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن شخصیات کا انتخاب فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ کا پیامبر تسلیم کرنا اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہوئے ان کی ہدایات ان کے فرامین اور ان کی سیرت پر عمل کرنے میں نجات کو منحصر سمجھنا اور پھر اپنی زندگی کو اسی طریقے پر گزارنا ایمان بالرسل کہلاتا ہے۔

ایمان بالاخرۃ والتقدیر

ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جس دن سب کچھ فنا ہو جائے گا تمام انسانوں کو مرنے

کے بعد دوبارہ اٹھ کر اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہوگا۔

اس دن صرف اللہ کی بادشاہی ہوگی۔ حکم صرف اللہ کا ہی ہوگا۔ ہر کسی کو اپنے اچھے اور برے کیے کا حساب دینا ہوگا۔ اچھوں کو انعام ملے گا بروں کے لئے بری سزا ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ باتوں پر یقین رکھتے ہوئے اپنی زندگی بسر کرنا' ایمان بالاخرۃ کہلاتا ہے۔ اسی طرح یہ اعتقاد رکھنا کہ کائنات میں جو کچھ ہو چکا ہے جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور مشیت کے مطابق ہے۔ کسی کو اس میں کسی قسم کی ترمیم و اضافہ کرنے کی حیثیت حاصل نہیں۔ انسان کو جو خوشی و غمی حاصل ہو اسے من جانب اللہ تسلیم کرتے ہوئے اس کے فیصلے پر رضامندی کا اظہار کرنا ایمان بالتقدیر کہلاتا ہے۔

۲۔ نیک اعمال کرنا

خسارے سے بچنے اور کامیاب ہونے کے لئے ایمان کے بعد دوسرا وصف عملوا الصلحت نیک اعمال کرنا قرار دیا گیا ہے۔ نیک اعمال سے مراد کیا ہے۔ یاد رکھیے نیک اعمال کا معیار اور کسوٹی قرآن و حدیث ہے۔ عمل صالح صرف اسی عمل کو کہا جائے گا جس کے کرتے وقت نیت میں خلوص یعنی صرف اللہ کی رضامندی اور خوشنودی مطلوب ہو۔ کیونکہ "انما الاعمال بالنیات" (الحدیث) اگر رضامندی مقصود نہیں تو اسے عمل صالح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح نیت کے درست ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کام جو اللہ کی رضا کیلئے کیا جا رہا ہے وہ قرآن و حدیث یعنی اسوہ رسول اللہ کے مطابق ہونا چاہیے۔ بعض کام کیے تو شریعت کے مطابق جاتے ہیں لیکن اس کام کی مقدار میں تھوڑی سی کمی یا بیشی کر دی جاتی ہے۔ ایسا کام بھی عمل صالح نہیں رہتا۔ حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ کہ تین اشخاص اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور سرور کائنات کی عبادت کے متعلق سوال کیے۔ جواب دینے پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی عبادت کو کم سمجھا اور کہنے لگے کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ ﷺ ہمیں نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر عبادت کی ضرورت ہے۔ ایک نے کہا کہ میں ہمیشہ رات کا قیام کروں گا کبھی سویا نہیں کروں

گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا کبھی افطار نہیں کیا کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا.......... نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے بلوایا اور فرمایا کہ کیا یہ باتیں تم نے کی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ یاد رکھو میں تم سے زیادہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو اختیار کرنے والا ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کا قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میں شادی بھی کرتا ہوں۔ پس یاد رکھو۔ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ (متفق علیہ)

تو معلوم ہوا اپنا بنایا ہوا معیار عمل کو عمل صالح نہیں بنا سکتا بلکہ الٹا وبال جان بن جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا و ھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بایت ربھم و لقائہ فحبطت اعمالھم

وہ لوگ جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں گم ہو گئیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھی کارگزاری کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور ملاقات کا انکار کیا پس ضائع ہو گئے ان کے اعمال۔

اسلئے عمل صالح صرف وہی ہوگا جو اسوہ رسول ﷺ کے عین مطابق ہو اور خلوص نیت سے سرانجام دیا جائے۔

۳، ۴۔ حق اور صبر کی تلقین

وہ خسارہ جس میں ساری کائنات مبتلا ہے اس سے بچنے کے لئے تیسرا وصف یہ ہے کہ "و تواصوا بالحق" کہ جس حق کو اختیار کیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوا اس حق کی دوسروں کو تلقین کرنا۔ اس کو دوسروں تک پہنچانا' آپ سادہ لفظوں میں ایسے تعبیر کر سکتے ہیں کہ دین حقہ کی تبلیغ کرنا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کنتم خیر امۃ

گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا کبھی افطار نہیں کیا کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا.......... نبی اکرم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے بلوایا اور فرمایا کہ کیا یہ باتیں تم نے کی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ یاد رکھو میں تم سے زیادہ تقویٰ اور پرہیز گاری کو اختیار کرنے والا ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کا قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ میں شادی بھی کرتا ہوں۔ پس یاد رکھو۔ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔ (متفق علیہ)

تو معلوم ہوا اپنا بنایا ہوا معیار عمل کو عمل صالح نہیں بنا سکتا بلکہ الٹا وبال جان بن جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

الذین ضل سعیهم فی الحیو ۃ الدنیا و هم یحسبون انهم یحسنون صنعا اولئک الذین کفرو ابایت ربهم و لقا ئه فحبطت اعمالهم

وہ لوگ جن کی کوششیں دنیاوی زندگی میں گم ہو گئیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھی کارگزاری کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور ملاقات کا انکار کیا پس ضائع ہو گئے ان کے اعمال۔

اسلئے عمل صالح صرف وہی ہوگا جو اسوہ رسول ﷺ کے عین مطابق ہو اور خلوص نیت سے سرانجام دیا جائے۔

۳، ۴۔ حق اور صبر کی تلقین

وہ خسارہ جس میں ساری کائنات مبتلا ہے اس سے بچنے کے لئے تیسرا وصف یہ ہے کہ "وتواصوا بالحق" کہ جس حق کو اختیار کیا ہے اور اس پر عمل پیرا ہوا اس حق کی دوسروں کو تلقین کرنا۔ اس کو دوسروں تک پہنچانا' آپ سادہ لفظوں میں ایسے تعبیر کر سکتے ہیں کہ دین حقہ کی تبلیغ کرنا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کنتم خیر امته

اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر - تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو (اسلئے) کہ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

نضر اللہ امرا سمع مقالتی فحفظہا فوعاھا و اداھا۔

اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ترو تازہ (خوش و خرم) رکھے جس نے میری بات کو سنا اور پھر اسے یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچایا' اسی طرح فرمایا - بلغوا عنی و لو آیہ - میری جانب سے پہنچادو اگرچہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد گرامی ہے۔ کہ جو کوئی تم میں سے برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر ہمت و استطاعت نہیں تو زبان سے روک دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل ہی سے برا جان لے اور یہ ایمان کا سب سے آخری درجہ ہے۔ اس کے بعد ایمان کی کوئی رمق موجود نہیں رہتی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ کریم نے جب بنی اسرائیل کے تباہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا تو انہوں نے سوال کیا کہ اے مولا! ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جس نے آنکھ جھپکنے کے برابر بھی برائی نہیں کی۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ سب سے پہلے عذاب اسی آدمی سے شروع کرو۔ کیونکہ یہ خود تو نیک تھا' برائی سے محفوظ رہتا تھا لیکن دوسروں کو برائی سے نہیں روکتا تھا بلکہ برائی کرتے ہوئے دیکھ کر اسکے چہرے پر ٹیڑھا بل بھی نہ آتا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ ایمان کے ساتھ صرف عمل صالح کرلینا نجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ دین حقہ کی اشاعت کے لئے کوشش کرنا بھی انتہائی ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دین کی اشاعت کے لئے کوشش کرتے ہوئے جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑے ان کو خندہ پیشانی سے قبول کرے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرے۔ کہنے والے اسے دیوانہ بھی کہیں گے' مجنوں بھی کہیں گے' شاعر بھی کہیں گے' راستے میں کانٹے بھی بچھائیں گے' سر پر کوڑا کرکٹ بھی پھینکیں گے اور پتھر بھی ماریں گے۔ لیکن یہ سب چیزیں برداشت کرنا ہونگی اور ڈٹ کر ان کا مقابلہ

باقی صہ ۳۹ پر